پہلی قسط

تاریخ کے ساتھ یہ ناانصافی کیوں؟؟

ہندی تحریر: پروفیسر ڈاکٹر بی۔ این پانڈے، مورخ و سابق گورنر صوبہ اڑیسہ
مترجم: محمد نوشاد عالم چشتی، کوروکھیشتر یونیورسٹی، ہریانہ

ایک اہم وضاحت: (مترجم) برصغیر کی (ہند و پاک) تاریخ کو فرنگی حکمرانوں نے اپنے مفاد کے پیش نظر دور استعمار میں اپنے پالتو مؤرخوں کے ذریعہ اس طرح توڑ موڑ کے پیش کیا ہے جس کا ہم تصور نہیں کر سکتے ہیں۔ مقامی باشندگان ہند (مسلمانوں اور ہندؤں) کو باہم لڑانے کے لئے ایک ایسی بھیانک سازش کی گئی جس کی آگ میں ہم آج بھی جلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف دلوں میں سلگتے ہوئے نفرتوں کے انگارے اور متعصبانہ زعم پرستی کی آتش کدہ میں نہ جانے کتنے وجود جل کر بھسم ہو گئے اور نہ جانے کتنے بھسم ہوتے جائیں گے۔

کذب و افترا پر مبنی بغض و حسد سے پُر یہ بھیانک قسم کے "تاریخی واقعات" (جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں) دراصل اس نوعیت ہی کے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر ایک سادہ لوح عام قاری بھی بھڑک اٹھتا ہے۔ تو پھر اس طرح کے "منگھڑت روایات" سے سماج دشمن عناصر کیوں نہیں فائدہ اٹھائیں گے؟ ـــ لیکن سب سے بڑا المیہ تو یہ ہے کہ انگریزنے جو "پھوٹ ڈالو اور سیاست کرو" کے نظریہ

کے تحت اس طرح کی تاریخ رقم کرائی تھی ــــ آج آزادی کے بعد بھی اسی تاریخ کو من و عن ابتدائی اسکولوں سے لیکر اعلیٰ تعلیمی اداروں تک میں نہ صرف پڑھائی جاتی ہے بلکہ حفظ کرائی جاتی ہے ــــ جس کے نتیجے میں "ذہن سازی" کے اس عمل سے گذر کر سیکڑوں نہیں بلکہ لاکھوں افراد ماہ بہ ماہ اور سال بہ سال ایسے پیدا ہوتے ہیں جو دنگا، فساد، لوٹ مار اور قتل و غارت گری کی محفلوں کو سرگرم رکھنے میں خصوصی مہارت رکھتے ہیں۔

مگر! ان فتنہ پرور عناصر کے مکروہ عزائم کے تار پود کو بکھیرنے والے کچھ سنجیدہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو "حق" کو "حق" اور "باطل" کو "باطل" کہنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ یہ اپنے موقف کی حمایت میں ایسے ٹھوس اور ناقابل تردید دلائل و دستاویزی ثبوت رکھتے ہیں جن کی اسنادی حیثیت کو ایک منصف مزاج شخص "چیلنج" کرنے سے خود کو مجبور پاتا ہے۔ ان حضرات کے دلائل اتنے قوی ہوتے ہیں جن کی حق و انصاف کی روشنی میں تردید نہیں کی جاسکتی کیونکہ ان لوگوں کا مطمح نظر یہ ہوتا ہے کہ : ؎

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے

حق و انصاف کی بنیاد پر لوح و قلم کی پرورش کرنے والوں میں دور حاضر کی ایک شخصیت جناب ڈاکٹر پروفیسر وشمبھر ناتھ پانڈے کی بھی ہے۔ نام کے ساتھ "پانڈے" کے لاحقہ سے یہ واضح ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا تعلق ایک "برہمن" خاندان سے ہے۔ لیکن باوجود اس کے آپ ایک صاحب علم اور مورخ ہونے کی حیثیت سے ہمیشہ مسلم حکمرانوں، سلطنت مغلیہ کے سلاطین نیز اورنگ زیب و دیگر مسلم بادشاہان ہند کے خلاف، اسلام اور مسلمان دشمن تاریخ نگاروں کی

پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے ازالے کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دیتے ہیں۔
پیش نظر تحریر دراصل ڈاکٹر صاحب کی ایک ہندی تقریر کی اردو میں مکتوبی شکل ہے جسے راقم نے ایک تاریخ کا طالب علم ہونے کے ناطے اردو کا جامہ پہنانے کی اپنی سی کوشش کی ہے۔ تاکہ ڈاکٹر صاحب کے خیالات اور ان تاریخی حقائق سے اردو داں طبقہ بھی بھرپور استفادہ کر سکے ..... (محمد نوشاد عالم چشتی)

اڑیسہ کے سابق گورنر، راجیہ سبھا کے رکن (رکن صوبائی اسمبلی) اور مورخ پروفیسر بشمبھر ناتھ پانڈے نے اپنی تقریروں اور مقالوں میں اُن "تواریخی حقائق" اور "روایات" کو اجاگر کیا ہے جن سے یہ اچھی طرح وضاحت ہو جاتی ہے کہ تاریخ کو من مانے ڈھنگ سے توڑا مروڑا گیا ہے۔ دوران تقریر انہوں نے کہا۔
اب میں کچھ ایسی مثالیں پیش کرتا ہوں: جن سے یہ واضح ہو جائے گا کہ تاریخی حقائق کو کیسے مسخ کیا جاتا رہا ہے۔
جب میں الہ آباد میں ۱۹۲۸ء میں ٹیپو سلطان کے متعلق (ریسرچ) تحقیق کر رہا تھا تو "اینگلو بنگالی کالج" کے "طلبہ یونین" کے کچھ اراکین میرے پاس آئے اور اپنے "ہسٹری ایسوسیشن (History Association) کی افتتاح کرنے کے لئے مجھکو دعوت دی۔ یہ طلبہ۔ کالج سے سیدھے میرے پاس آئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں نصاب کی کتابیں بھی تھیں۔ اچانک میری نگاہ ان کی تاریخ کی کتاب پر پڑی میں نے ٹیپو سلطان کے متعلق باب کا مطالعہ شروع کیا۔ تو مجھے جس جملے نے بہت زیادہ حیرت میں ڈالدیا وہ یہ تھا۔
"تین ہزار برہمنوں نے خودکشی کر لی، کیونکہ ٹیپو انھیں زبردستی مسلمان بنانا چاہتا تھا"

اس نصابی کتاب کے مصنف مہا مہوپادھیائے ڈاکٹر ہرپرساد شاستری تھے جو کلکتہ یونیورسٹی میں صدر شعبۂ سنسکرت تھے۔ میں نے فوراً ڈاکٹر شاستری کو خط لکھا کہ انہوں نے سلطان ٹیپو کے متعلق مندرجہ بالا جملہ کس بنیاد اور حوالے سے لکھا ہے؟ کئی خط لکھنے کے بعد ان کا جواب ملا کہ انہوں نے یہ "واقعہ" میسور گزیٹیر Mysore Gazetteer سے حاصل کیا ہے۔ "میسور گزیٹیر" نہ تو دہلی، الٰہ آباد میں اور نہ ہی امپیریل لائبریری کلکتہ سے حاصل ہو سکا — پھر میں نے میسور یونیورسٹی کے موجودہ چانسلر (شیخ الجامعہ) سر برجیندر ناتھ سیل SIR BIRGENDRANATH SEAL کو (خط) لکھا کہ ڈاکٹر شاستری نے جو بات لکھی ہے اس کے بارے میں مجھے معلومات فراہم کرائیں۔ انھوں نے میرا خط پروفیسر شری کنٹیّا کے پاس بھیج دیا، جو اس وقت میسور گزیٹیر کی اشاعت نو کی تیاری کر رہے تھے۔

پروفیسر شری کنٹیّا نے مجھے لکھا کہ "تین ہزار برہمنوں کی خودکشی کا واقعہ میسور گزیٹیر میں کہیں بھی نہیں ہے (یعنی یہ واقعہ ڈاکٹر شاستری کا خود ساختہ اور من گھڑت ہے)۔" "تاریخ میسور کا ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے ہمیں اس کا پورا یقین ہے کہ "ایسا واقعہ (پورے ریاست میسور میں) کہیں بھی واقع پذیر نہیں ہوا ہے۔ انھوں نے (پروفیسر کنٹیّا نے) مجھے (ڈاکٹر پانڈے کو) مطلع کیا کہ ٹیپو سلطان کے وزیر اعظم پورنیّا (PURNAIYA) جن کا نام تھا وہ برہمن تھا۔[1]

---

[1] سلطان ٹیپو شیر میسور کا وزیر اعظم پورنیا بھی میر صادق کی طرح سلطان سے غداری کرتے ہوئے انگریزوں سے مل گیا تھا۔ علامہ اقبال کا یہ شعر —

جعفر از بنگال صادق از دکن — ننگ ملت ننگ دین ننگ وطن

تو بہت مشہور اور زبان زد عام ہے لیکن پورنیا کی غداری اسکی بدعہدی اور بدکرداری سے بہت کم کم لوگ واقف ہیں۔ ایسا کیوں؟ غیر مسلم مورخین نے مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو بھی رائی کا پہاڑ بنا کے اچھالا۔ لیکن غیر مسلموں کی غداریوں اور بدکرداریوں پہ اپنی حکمت و دانائی کے ساتھ (باقی اگلے صفحہ پر)

اور ان کے سپہ سالار جس کا نام کرشن راؤ تھا وہ بھی برہمن تھے انھوں نے مجھے ۱۵۶ ایسے مندروں کی ایک فہرست روانہ کی جنھیں سلطان ٹیپو شہید میسور سالانہ امداد دیا کرتے تھے۔ انھوں نے سلطان ٹیپو کے تیس (۳۰) مکتوبات کے عکوس (Photo Stats) بھیجے جو انھوں نے شرینگیری مٹھ (Shringari Math) کے جگت گرو شنکر آچاریہ کو لکھے تھے۔ جن کے ساتھ سلطان کے نہایت قریبی تعلقات تھے۔ راجگان میسور کے دستور کے مطابق سلطان ٹیپو بھی روزانہ ناشتہ کرنے سے پہلے رنگ ناتھ کے مندر میں (پجاریوں اور خداموں کی خیریت دریافت کرنے کے لئے) جاتے تھے یہ مندر شری رنگا پٹنم کے قلعہ میں تھا۔

پروفیسر شری کنٹیا کے خیال میں ڈاکٹر شاستری نے یہ "واقعہ" کرنل مائلس کی کتاب ہسٹری آف میسور (History of Mysore) سے لی ہوگی۔ اس کے مصنف کا دعویٰ تھا کہ اس نے اپنی کتاب "تاریخ ٹیپو سلطان" ایک قدیم فارسی مخطوطہ سے اخذ کیا ہے۔ جو رانی وکٹوریہ کے ذاتی کتب خانہ میں تھا۔ لیکن تفتیش و تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ رانی کے کتب خانہ میں ایسا کوئی مخطوطہ تھا ہی نہیں، کرنل مائلس کی کتاب کی بہت سی باتیں بالکل منگھڑت اور غلط ہیں۔

ڈاکٹر شاستری کی کتاب، مغربی بنگال، آسام، بہار، اُڑیسہ، اتر پردیش (U.P.) مدھیہ پردیش (M.P.) اور راجستھان کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخل نصاب ہے میں نے کلکتہ یونیورسٹی کے موجودہ چانسلر سر آشوتوش چودھری کو ایک خط لکھا اور اس سلسلے میں کئے گئے اپنے سارے مراسلات کے نقول انھیں روانہ کیا اور

(باقی صفحہ ۲۳ کا) ایسا پردہ ڈالا کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ بھی ان تاریخی حقائق سے باخبر نہیں ہے ــــ (نوشاد عالم چشتی)

ان سے گذارش کیا کہ تاریخ کے اس نہ ابی کتاب میں سلطان ٹیپو کے متعلق جو غلط اور گمراہ کن جملے لکھے گئے ہیں ان کے خلاف مناسب کارروائی کی جائے۔

سر آشوتوش چودھری کا یہ جواب آگیا کہ ڈاکٹر شاستری کی مذکورہ کتاب کو یونیورسٹی کے نصاب سے خارج کردیا گیا ہے لیکن میں یہ دیکھ کر مزید حیرت زدہ ہوا کہ "خودکشی" کا یہ "منگھڑت واقعہ" جونیئر ہائی اسکول Junior High School اترپردیش (U.P.) کے ۱۹۷۲ء کے نصاب تاریخ میں شامل کتابوں میں بالکل من وعن موجود ہے۔ اس سلسلے میں گاندھی جی کا یہ تبصرہ بھی پڑھنے کے قابل ہے جو انھوں نے اپنے اخبار ینگ انڈیا (Young India) میں مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۳۰ء کے صفحہ ۳۱ پر کیا تھا۔ انھوں نے لکھا تھا ——

" میسور کے فتح علی (ٹیپو سلطان) کو غیر ملکی (خاص کر یورپی) تاریخ نگاروں نے اس طرح بنا کے پیش کیا ہے کہ وہ گویا ایک متعصب مذہب پرستی کا شکار انسان تھے۔ ان تاریخ نویسوں نے لکھا ہے کہ اُس نے اپنے ہندو رعایا پر ظلم ڈھائے اور انھیں زبردستی مسلمان بنایا —— جبکہ حقیقت اس کے بالکل ہی برعکس ہے۔ ہندو رعایا کے ساتھ ان کے بہت اچھے تعلقات تھے۔ ریاست میسور (اب کرناٹک) کے محکمۂ آثار قدیمہ (Archaeology Department) کے پاس تیس (۳۰) ایسے مکتوبات ہیں جو سلطان ٹیپو نے شرنگیری مٹھ کے جگت گرو شنکر آچاریہ کو ۱۷۹۳ء میں رقم کیا تھا۔ ان میں سے ایک خط میں سلطان ٹیپو نے شنکر آچاریہ کے خط کی وصول یابی کا ذکر کرتے ہوئے ان سے گذارش کیا ہے —— کہ وہ اس کی اور ساری دنیا کی بھلائی کامیابی اور خوشحالی کے لئے عبادت و ریاضت اور دعا کریں —— آخر میں انھوں (سلطان ٹیپو) نے شنکر آچاریہ سے یہ بھی گذارش کیا کہ وہ میسور لوٹ آئیں کیونکہ کسی دیش میں اچھے لوگوں کے

رہنے سے بارش ہوتی ہے، فصل اچھی ہوتی ہے اور خوش حالی آتی ہے"

یہ خط بھارت کی تاریخ میں سنہرے الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہے۔

ینگ انڈیا میں آگے کہا گیا ہے ـــــ

" سلطان ٹیپو نے ہندو منادر بطور خصوصی شری وینکٹ شری نواس اور شری رنگناتھ مندروں کو زمین اور دیگر اشیاء کی شکل میں قیمتی تحائف دیئے۔ کچھ مندر تو ان کے محلوں کے احاطے میں تھے یہ ان کے کھلے ذہن اور وسیع القلبی کا بہترین مظاہرہ اور جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ اس سے یہ حقیقت بھی اُجاگر ہوتی ہے کہ سلطان ٹیپو ایک عظیم شہید تھے جو کسی بھی نقطۂ نظر سے آزادی کی راہ کے حقیقی شہید مانے جائیں گے ـــ انھیں اپنی عبادت میں ہندو منادر کی گھنٹیوں کی آواز سے کوئی پریشانی نہیں ہوتی تھی [1] سلطان ٹیپو نے آزادی کے لئے لڑتے ہوئے جان دیدی اور دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے مطالبہ کو سرے سے ٹھکرا دیا۔ جب سلطان ٹیپو کی لاش اُن نامعلوم فوجیوں کی لاشوں میں پائی گئی تو دیکھا گیا کہ موت کے بعد بھی ان کے ہاتھ میں تلوار تھی۔

[1] قلعہ میں سلطان کی رہائش گاہ منادر سے کافی دور تھی لہٰذا سلطان کی عبادت گاہ اور عبادت سے گھنٹیوں کی آواز سے کیا واسطہ؟ پریشانی تو تب ہوتی ہے جب فتنہ پرور لوگ عین عبادت کے وقت شرانگیزی شروع کر دیتے ہیں۔ اور جن کا مقصد ہی عبادت میں خلل ڈالنا، مسائل پیدا کرنا جذبات بھڑکا کر فساد کے لئے ماحول تیار کرنا ہوتا ہے۔ مسئلہ مندر کا ساتھ ہوتا نہیں بلکہ شرانگیزی ہے۔

(نوشاد عالم چشتی)

وہ تلوار جو آزادی حاصل کرنے کا ذریعہ تھی ان کے یہ تاریخی الفاظ آج بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں کہ ـــ "شیر کی ایک دن کی زندگی لومڑی کے سو سالہ زندگی سے بہتر ہے"۔ ان کی شان میں کہی گئی منقبت کے وہ اشعار بھی قابل ذکر ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ ـــ "خدایا جنگ کے خون برساتے بادلوں کے نیچے مر جانا شرم اور بدنامی کی زندگی جینے سے بہتر ہے"

اسی طرح جب میں (ڈاکٹر پانڈے) بلدیہ عظمٰی الہ آباد کا چیرمین (Chairman) تھا (۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۳ء) تو میرے سامنے داخل خارج کا ایک معاملہ لایا گیا یہ معاملہ سومیشور ناتھ مہادیو مندر سے متعلق جائداد کے بارے میں تھا۔ مندر کے مہنت (Priest) کی فوتگی کے بعد اُس جائداد کے دو دعویدار کھڑے ہو گئے تھے۔ (بطور شہادت و ثبوت کے لئے) ایک دعویدار نے کچھ دستاویز داخل کئے جو اس کے خاندان میں بہت دنوں سے چلے آرہے تھے ان دستاویزوں میں شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے "فرمان" بھی تھے۔ اورنگ زیب نے اس مندر کو جاگیر اور نقد امداد دی تھی ـــ میں نے سوچا کہ یہ فرمان جعلی ہوں گے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اورنگ زیب جو مندروں کو توڑنے کے لئے مشہور ہے وہ ایک مندر کو یہ کہکر جاگیر (کیسے) دے سکتا ہے کہ یہ جاگیر "پوجا" اور "بھوگ" کے لئے دی جا رہی ہے۔ آخر اورنگ زیب کیسے بت پرستی کے ساتھ اپنے کو شریک کر سکتا تھا؟

مجھے یقین تھا کہ یہ دستاویز جعلی ہیں۔ لیکن کوئی فیصلہ لینے سے پہلے میں نے ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو (DR. SIR, TEJ BAHADUR SUPRU) سے رائے لینا مناسب سمجھا۔ وہ عربی اور فارسی کے بہت اچھے عالم تھے۔ میں نے

دستاویزیں ان کے سامنے پیش کرکے ان کی رائے معلوم کی۔ انھوں نے دستاویزوں کے مطالعہ کے بعد کہا کہ اورنگ زیب کے یہ فرمان بالکل اصلی اور حقیقی ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے منشی سے بنارس کے جنگم باڑی شیو مندر (کے مقدمے) کی فائل لانے کو کہا۔ یہ مقدمہ الہ آباد ہائی کورٹ میں ۱۵ سال سے زیر غور تھا۔ جنگم باڑی مندر کے مہنت کے پاس بھی اورنگ زیب کے کئی فرمان تھے جن میں مندر کو جاگیر دینے کا حکم جاری کیا گیا تھا۔

ان دستاویزوں نے اورنگ زیب کی ایک نئی تصویر میرے سامنے پیش کی اس صورت حال کے پیش نظر میں محو حیرت تھا۔ ڈاکٹر سپرو کی صلاح پر میں نے ہندوستان کے مختلف بڑے بڑے مندروں کے مہنتوں کے پاس خط لکھ کر ان سے گذارش کیا کہ اگر ان کے پاس اورنگ زیب کے کچھ فرمان ہوں جن میں مندروں کو جاگیریں دی گئیں ہوں تو براہ مہربانی ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں میرے پاس بھیج دیں۔ اب میرے پیش نظر ایک اور حیرت کی بات آئی ـــــ اجین کے مہاکالیشور مندر، چترکوٹ کے بالاجی مندر، گوہاٹی کے اُمانند مندر، شترنجائی کے جین مندر اور شمالی ہند میں پھیلے دیگر اہم مندروں اور گرودواروں کو عطا کردہ جاگیروں کے متعلق اورنگ زیب کے فرمانوں کے نقول مجھے حاصل ہوئے یہ فرمان ۱۰۵۶ھ تا ۱۰۹۱ھ بمطابق ۱۶۵۹ء تا ۱۶۸۵ء کے بیچ جاری کئے گئے تھے ـــــ جو ہندؤوں اور ان کے مندروں کے متعلق اورنگ زیب کے اخلاق کریمانہ کی یہ بہترین مثال ہیں، جن سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ متعصب مورخین نے ان کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ سب کچھ بغض و حسد تعصب اور جانب دارانہ رویہ پہ مبنی ہے۔ جس سے انکی تصویر کے

ایک منفی رخ کو ہی سامنے لانے کی سازش کی گئی ہے۔ ہندوستان ایک وسیع و عریض ملک ہے جسمیں ہزاروں مندر چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر مناسب ڈھنگ سے کھوج بین کی جائے تو مجھے یقین ہے بہت سی ایسی مثالیں ہمیں مل جائیں گی جن سے اورنگ زیب کا غیر مسلم رعایا پر مہربان ہونا اور ان کے ساتھ کئے گئے اخلاق کریمانہ کا پتہ چلے گا۔

اورنگ زیب کے "فرمانوں" کی جانچ پڑتال کے سلسلے میں میرا رابطہ جناب گیان چندر، اور پٹنہ میوزیم کے سابق کیوریٹر ڈاکٹر پی سی گپتا سے ہوا۔ یہ دونوں حضرات بھی اورنگ زیب کے بارے میں تاریخی نقطۂ نظر سے بہت اہم تحقیق کر رہے ہیں۔ مجھے (یہ جان کر) خوشی ہوئی کہ کچھ دیگر محققین بھی سچائی کی تلاش میں مشغول ہیں۔ اور کافی "بدنام" اورنگ زیب کی تصویر کو صاف کرنے میں اپنا اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ اورنگ زیب، جسے جانبدار متعصب مورخین نے ہندوستان میں مسلم حکومت کا نشان مانا ہے اس کے بارے میں وہ کیا خیال رکھتے ہیں اس کے متعلق شبلی جیسے وسیع المشرب مورخ کو بھی کہنا پڑا ؎

تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ اورنگ زیب ہندو کش تھا، ظالم تھا ستمگر تھا (جاری)

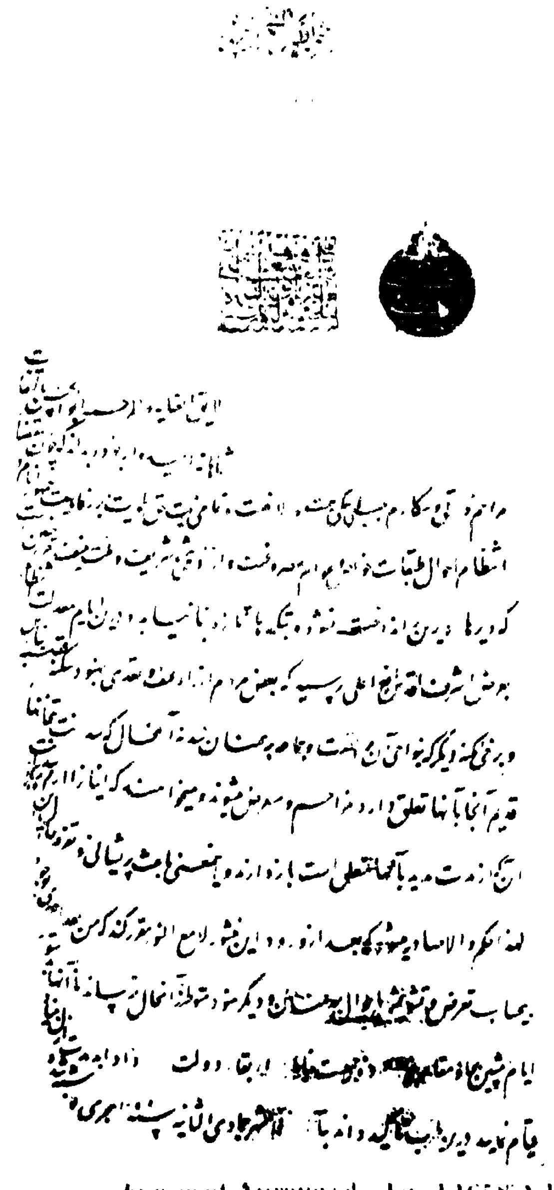

Farman of Aurangzeb, dated 1658 A.D

(اورنگ زیب کے فرمان کا ایک عکس)